مولانا پروفیسر محمد اشرف صاحب پٹنہ

قلبِ ذاکر "سازِ الا اللہ" ہے

(سید سلیمان ندوی کی سیرت و افکار کی روشنی میں)

حضرت شیخ کی صحبت میں جنہیں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے وہ جانتے ہیں کہ ان پر ذکر کا کس قدر غلبہ تھا اور حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ پر کیفیت ذکر کس طرح چھائی ہوئی تھی ذکر کی تاثیر مجلس میں کھلی محسوس ہو جاتی تھی سیدی قدس سرہٗ کو دیکھتے ہی مجلس کا وہ حال ہو جاتا تھا جسے مجذوبؒ نے اپنے ایک شعر میں بیان کیا ہے ؎

یہ کون آیا کہ مدھم پڑ گئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگی چنگاریاں دل کی

انوارِ ذکر قلوب کو مائل بذکر کر دیتے تھے، تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد حضرت والا نور اللہ مرقدہ کی زبانِ اقدس سے بے ساختہ لا الٰہ الا اللہ یا اللہ اللہ کی صدا نکل جاتی تھی، خود فرماتے ہیں :۔

کس نے بھر دی یہ صدائے دلنواز — ہر رگِ جاں سازِ الا اللہ ہے
کوئی ہو آواز میرے کان میں — ہر صدا آوازِ الا اللہ ہے
ہے اسی کی سانس انفاسِ حیات — جو کوئی دم سازِ الا اللہ ہے
دل سے ہوتا ہے ترانہ خود بلند — قلبِ ذاکر سازِ الا اللہ ہے
وجد میں جان ہے تو اعضا رقص میں — جام مے آوازِ الا اللہ ہے

"ذاکر" کا ذکر جب اس کے قلب و روح میں رچ جاتا ہے اور رسوخ حاصل کر لیتا ہے۔ تو اس کی یہ صورت حال بھی سالکین کے لئے ازدیادِ ذکر و تقویتِ نسبت کا سبب بن جاتا ہے۔ جن حضرات نے حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ اور جانا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ نہ صرف قلبِ سلیمانیؒ بلکہ قالبِ سلیمانیؒ بھی مفتاح الذاکرین بن چکا تھا۔

ایک مرتبہ ایک طالب سے جس کے قلب سے بے اختیار " اللہ اللہ " کی صدا نکل جاتی تھی۔ ارشاد فرمایا۔ " گو یہ کیفیت مجھے بھی پیش آتی ہے۔ لیکن اصل ارادہ اور زبان سے ذکر کرنا ہے تاکہ ذاکر اس

خیال سے کہ ذکر قلبی جاری ہے ذہول میں مبتلا نہ ہو جائے، اس کے علاوہ نیت ارادہ کے ثواب سے محروم نہ رہے۔"
حضرت شیخ نے تواضعاً اپنی کیفیت کو طالب کی حالت کے مشابہ قرار دے دیا۔ ورنہ عبس تاثیر میں ڈوب کر حضرت والا کے اندرون قلب سے یہ آواز نکلتی تھی۔ اس کا اندازہ حضرت والا کی اپنی اس تحریر سے ہو جاتا ہے۔ جو انہوں نے اپنے مرشد حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کو ایک خط میں لکھی ہے۔ ارقام فرماتے ہیں۔

"ذکر میں کبھی کبھی آواز ایسی دردمند ہو کر نکلتی ہے جیسے کسی دُکھے ہوئے دل کے اندر سے نکلتی ہو۔ دو دفعہ تو ایسا نظر آیا کہ میں حالتِ نزع میں ہوں اور آواز آرہی ہے۔ اور ایک دفعہ دیکھا کہ میں شہید ہو گیا ہوں۔ اور آواز گلے سے نکل رہی ہے اور دونوں میں عجیب لذت روحانی پائی۔"[1]

ایک دوسرے احوال نامہ میں اپنے شیخ کامل کو لکھتے ہیں:۔

"..... اس کے بعد ذکر میں ایسی کیفیت پیدا ہوئی، کہ اللہ لفظ زبان سے محبت میں ڈوبا ہوا نکلنے لگا اور نکلتا رہا اور جسم میں ایسا رقص پیدا ہوا کہ بیٹھے بیٹھے عند الذکر جھومنے لگا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ بوٹی بوٹی رقص میں ہے۔ اور اگر خلاف شرع ہونے کا خیال نہ ہوتا تو شاید میں اٹھ کر ناچنے تھرکنے لگتا۔ استغفر اللہ۔"

ان احوال کا اشارہ حضرت والا نے اپنے اشعار میں بھی فرمایا ہے۔

نام ان کا ہر نفس میں لب پہ یوں آیا کیا تن سے جیسے روح بسمل مائل پرواز ہے
وجد میں جاں ہے تو اعضا رقص میں جام مے آواز الا اللہ ہے

گو یہ "احوال" حضرت کے ابتدائے سلوک کے ہیں۔ لیکن "تمکین" و "نہایت سلوک (عرفی)" کے بعد بھی "اللہ" یا لا الہ الا اللہ کی صدا اس سوز و گداز و درد و کرب سے نکلتی تھی۔ کہ صاف "آغشتہ بخون" اور "دل و جگر" کے ٹکڑوں کی حامل ہوتی تھی۔

برادر معظم مولوی غلام محمد صاحب دام فیضہ شہادت دیتے ہیں:۔

---

[1] حکیم الامت مرشد تھانوی کا عارفانہ جواب سنئے:۔ ذاکرین کو ایسے حالات پیش آتے ہیں جو علامت ہے تاثیر ذکر کی اور یہ سب محمود ہیں مگر مقصود نہیں مقصود وراء الوراء ہے جس میں لطافت عشق ہے جس کا ادراک بھی بعض اوقات نہیں ہوتا الا بعد العلم المستفاد من علوم الانبیاء۔

"...... دوران گفتگو بھی کبھی زبان مبارک سے بیساختہ "اللہ" یا لا الہ الا اللہ، یا استغفر اللہ کے کلمات آہستہ مگر اس قدر پرسوز نکلتے تھے کہ سننے والے کے دل پر بجلی سی گر جاتی تھی۔ بلکہ بعض اہل جذبہ افراد تو بے خود ہو جاتے تھے" (تذکرہ سلیمانی)

ایک مرتبہ فقیر نے عرض کیا کہ "حضرت ذکر کو کس طرح کرنا چاہیے"، ارشاد ہوا — "نالہ پابند نے نہیں ہے"

پھر فرمایا ع "وہ طرز نالہ ہو جو ان کو بے قرار کرے"، میرا ایک شعر ہے۔

وہ اپنے کانوں سے سنتے ہیں میرے نالوں کو
وہ طرز نالہ ہو جو ان کو بے قرار کرے

ایک مرتبہ سفر میں حضرت قدس سرہ اور فقیر کا ایک ہی کمرہ میں قیام تھا۔ پچھلی رات میں نطق سلیمانی نے جب داؤدی لے میں "الا اللہ، الا اللہ" کا نغمہ ملکوتی ساز میں چھیڑا تو در و دیوار پر وجد کی کیفیت تھی اور سننے والا اپنی ہستی نغمات قدس میں گم کر چکا تھا ؎

کیا بھری تاثیر ہیں مطرب تیری آواز ہے
جو تری محفل میں بیٹھا وہ سراپا ساز ہے

حضرت والا کے بعض دیگر اشعار سے بھی حضرت کی کیفیت ذکر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:۔

لذت خلوت بیاں کیا کیجئے
ایک میں ہوں اور ان کا نام ہے

تیرے یاد آنے سے ہر غم مٹ گیا
دارو ئے ہر درد تیرا نام ہے

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیر دور جام ہے

دیکھنا ہو تو نگاہ شوق بن
اس کی ہر سو بارگاہ عام ہے

بزم میں تنہا نظر آتا ہوں میں
ایک میں ہوں اور خدا کا نام ہے

استحضار:۔

لفظ بیگانہ بھلا کیا ترجمانی کر سکیں
شوق بے انداز پیچیدہ وہ میرے دل میں ہے

واکر اے مجنوں تو اپنے دیدہ مشتاق کو
لیلیٰ پردہ نشیں ہر پردۂ محمل میں ہے

ذکر حق سے صیقل کامل ہوا
محو دل سے نقش ہر باطل ہوا

چار جانب بارش انوار ہے
جلوہ فرما وہ مہ کامل ہوا

رٹتا ہوں تیرا نام کرتا ہوں تیرا کام[1]
آتا ہے نظر جب کچھ اپنے میں ذرا ہوش

معلوم نہیں کس دم فرمائیں مجھے وہ یاد
خام ان کا نہ ہوا ے دل، اک لمحہ فراموش

سجدہ میں جہاں سر ہے گو یا وہ تیرا در ہے
کیا کیا نہ کہا تجھ سے پایا جو سراپا گوش

حاصل ہے تصور میں کیفیت معراج
کیا کیا نہ مزا پایا، پایا جو ہم آغوش

---

[1] حاصل سلوک ذکر دائم اور ہر حال میں طاعت الٰہی ہی ہے (م۔ا)